براۃ یا جنازہ......؟

آج دی خبر
ف۔ر۔ی

اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز جو انسان کے دین و دنیا کیلئے مفید تھی وہ حلال کر دی اور ہر اس چیز کو جس سے آدمی کے دین یا دنیا کا نقصان ہو سکتا تھا' ممنوع اور حرام قرار دے دیا اور اس کیلئے ایک مکمل ضابطہ حیات اسلام کے نام پر نازل فرمایا' جو آج بھی قرآن وحدیث کی صورت میں بالکل ویسا ہی موجود ہے۔ جیسا اللہ عزوجل نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا تھا۔ تاریخ اس بات پہ شاہد ہے کہ جب بھی انسان نے اس ضابطہ حیات سے منہ پھیرا تو یہ خسارے کا شکار رہا۔ کبھی یہ دنیا کا نقصان کر بیٹھا اور کبھی دین کا' لیکن کبھی ایسا بھی ہوا کہ نہ دین بچ سکا اور نہ ہی دنیا باقی رہی۔ قرآن وحدیث کی مخالفت یا عملی کمزوری تو ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں باقی رہی' لیکن جب سے ہمارے حکمرانوں نے ضلالت وگمراہی' بے غیرتی و بے حیائی اور لچرپن کو ''روشن خیالی'' کا نام دیا ہے اس وقت سے قوم میں اسلامی تعلیمات سے بغاوت کا عنصر کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوا ہے۔ جس کا مظاہرہ یوں تو بعض اوقات حکمرانوں کی سرپرستی میں سارا سال ہی جاری رہتا ہے لیکن خوشی و غمی کے دو مواقع ایسے ہیں کہ عام آدمی بھی اس دوڑ میں کم یا زیادہ شریک ہو جاتا ہے۔ کوئی دور تھا کہ کچھ لوگ شادی کے موقع پر خوشی کی آڑ میں سہرے' گانے اور بینڈ باجے کا انتظام کر لیتے تھے اور بس۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہیں عرف عام میں ''وہابی'' کہا جاتا ہے۔ ایسی رسومات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے سادگی کو اپناتے تھے اور شادی کے تمام معاملات کو اسوہ رسول ﷺ کے مطابق ہی طے کرتے تھے۔ جس پر اول الذکر گروہ انہیں طعنہ دیا کرتے تھے کہ شادی ہو رہی ہے یا مرگ (فوتگی) ہو گئی ہے۔ براۃ جا رہی ہے یا جنازہ......؟ کیونکہ ثانی الذکر لوگوں کی شادیوں میں نہ تو ڈھولکی پر گانے گائے جاتے تھے اور نہ ہی مہندی کے نام پر حسن ودولت کی نمائش کی جاتی تھی اور نہ ہی نکاح کے موقع پر بینڈ باجوں کی دھنوں پر کنجروں اور بھانڈوں کو ویلیں کروائی جاتی تھیں' جس کی وجہ سے لوگ ان پر پھبتیاں کستے تھے' یہ براۃ جا رہی ہے یا جنازہ......؟ نکاح ہو رہا ہے یا کہ جنازہ۔ کہ کوئی ہلہ گلہ نہیں ہے' واجے گاجے اور بھانڈوں' میراثیوں کی فوج نہیں ہے۔ لیکن یہ صورتحال ایک عرصہ تک رہی' پھر قوم نے ترقی کی راہ اپنائی تو اس میں آتش بازی بھی شامل ہو گئی جو کہ اب باقاعدہ ایک صنعت کا روپ دھار چکی ہے اور جب اس ترقی کو روشن خیالی کا ''تڑکہ'' لگا تو اس کی جگہ آتشیں اسلحہ نے لے لی اور یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسا فعل شنیع ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے ایمان کے ساتھ ساتھ دنیا بھی خود اپنے ہی ہاتھوں آگ میں جلا کر یا ہوا میں اڑا کر ضائع و برباد کر لیتا ہے۔ لیکن کبھی کبھار تو اس عارضی خوشی یا نظر و دل کی وقتی تسکین کی خواہش میں ایسے المیے بھی ہو جاتے ہیں اور ایسے زخم لگ جاتے ہیں کہ انسان ساری زندگی ان کو بھلانا بھی چاہے تو بھول نہیں پاتا اور ان زخموں کو حالات و واقعات کا کوئی مرہم بھی مندمل نہیں ہونے دیتا۔ پھر انسان کفِ افسوس ملتا ہے۔ لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ ایسا ہی ایک سانحہ گذشتہ دنوں (۱۱ دسمبر ۲۰۰۵ء کو) لاہور میں ہو گیا' کہ جب بارات کی ایک بس میں آتش بازی کا مظاہرہ کرنے کے دوران ایک گولہ آتش بازی کے سامان پر گرا اور پوری کی پوری بس آگ کی لپیٹ میں آ گئی اور آناً فاناً پچاس سے زائد بوڑھے' بچے' جوان اور عورتیں کوئلہ کا ڈھیر بن گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ اتنا بڑا سانحہ ان حالات میں ہوا کہ قوم ابھی 8 اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلہ سے ہونے والی تباہی و بربادی اور انسانی اموات کے صدمہ سے دوچار تھی کہ لاہور جیسے بڑے شہر میں گڑھی شاہو کے گنجان آباد علاقے میں حکومت کی ناک کے نیچے اسلامی تعلیمات سے روگردانی کرتے ہوئے ملکی قوانین وعدلیہ کا مذاق اڑاتے ہوئے چند منچلوں نے پورے شہر نہیں بلکہ ملک کو غم وحزن میں ڈبو دیا۔ کتنے خاندان متاثر ہوئے اور کتنے لوگوں کی زندگی میں زہر گھل گیا۔ وہ لوگ جیتے جی اس زخم کو بھر نہیں سکتے' نہ کسی خوشی کے موقع پر اور نہ ہی غمی میں۔ اس سے بھی بڑی افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اتنے بڑے سانحہ سے بھی سبق نہیں سیکھا گیا' بلکہ ہر کوئی ایک دوسرے کو مطعون کرتا رہا۔ کسی نے دولہا دلہن کو منحوس کہہ دیا تو کوئی حکومت پر برسنے لگا۔ حالانکہ اگر غور کیا جائے تو میرا خیال ہے کہ اس میں ہم سب ہی کسی نہ کسی لحاظ سے حصہ دار ہیں۔ سب سے پہلے تو ہم سب من حیث القوم اس کے ذمہ دار ہیں کہ ہم اپنی جھوٹی شہرت اور جائز یا ناجائز دولت کی نمائش کیلئے یہ سارا کچھ کرتے ہیں اور کوئی قانون یا وعظ ودرس ہم پر نصیحت نہیں کرتا۔ ہر کسی کے جواب میں ہم یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں کہ خوشی کا موقع ہے یہ دن کون سے روز روز آتے ہیں؟ اور اگر خاندان میں کوئی بزرگ ذرا سختی سے منع کرے تو اس کو سارے پروگرام میں عضو معطل بنا دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر دیکھا جائے' تو ذی وقار علماء کرام کا طبقہ بھی اس میں برابر کا شریک اور ذمہ دار ہے۔ کسی مولوی صاحب کو تنخواہ کم ملے یا کوئی جائز' ناجائز مطالبہ پورا نہ ہو تو حضرت صاحب جھٹ سے استعفیٰ دے دیں گے یا کسی نکاح کی فیس کم ملے تو نکاح فارم پر دستخط کرنے سے انکار کر کے بلیک میلنگ پر اتر آتے ہیں۔ لیکن یہ طبقہ کیا ایسی تقریبات کا بائیکاٹ نہیں کر سکتا......؟ دو ہی تو کام ہیں' جن میں تمام تر اعتدال پسندیوں' ترقیوں اور روشن خیالیوں کے باوجود عام آدمی سے لے کر پرویز مشرف تک مولویت کے محتاج ہیں۔ ایک نکاح ہے اور دوسرا جنازہ۔ اگر علماء کرام ایسی ہندوانہ رسوم والی تقریبات کا بائیکاٹ کر کے نکاح پڑھانے سے انکار کر دیں تو شادیوں میں سادگی آ سکتی ہے اور قوم ایسے سانحات سے محفوظ رہ سکتی ہے اور اگر بے نماز کا جنازہ نہ پڑھانے پر علماء کرام مل کر عمل کریں تو کوئی بے نماز نہیں رہے گا۔ لیکن کرے کون......؟ کہ نکاح میں فیس کا مسئلہ ہے اور جنازہ میں نتیجے ساتویں' چالیسویں کی آمدنی کا' کیونکہ علماء کے ایک طبقہ میں جنازہ پڑھانا اصل میں چالیسویں تک تمام رسومات کیلئے بکنگ کروانا ہی ہوتا ہے۔ اب ہم آتے ہیں عدلیہ اور حکمرانوں کی طرف جو شاید سب سے پہلے ذمہ دار بھی ہیں اور آخری بھی۔ حکمران تو خود ایسے بے حیائی اور فضول خرچی کے کاموں کی نہ صرف کہ حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو سرپرستی سے بھی آگے بڑھ کر خود اس سے بڑے پروگراموں کا انتظام اپنے ہاتھ لے لیتے ہیں' جس کی زندہ مثال میراتھن ریس ہے کہ جس کا شور حکمرانوں نے ابھی سے مچانا شروع کر دیا ہے۔ حکمران اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے پولیس' فوج' نیب اور آئی ایس آئی سمیت تمام وسائل اور اداروں کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کیلئے خواہ انہیں بے شرمی کی آخری حدوں کو بھی چھونا پڑے تو دریغ نہیں کریں گے' جس کی روشن نظیر بلدیاتی انتخابات ہیں کہ زمین بھی حکمرانوں کے اس روشن خیال اور اعتدال پسند کردار پر جھوم اٹھی۔ رہی عدلیہ تو موجودہ دور میں تو اس بے چاری کا نام لینا بذات خود شرمندہ ہونا ہوتا ہے۔ کہ جو شروع دن سے حکمرانوں کے تیور دیکھ کر فیصلہ کرنے اور لکھنے کے عادی ہوں' ان سے کوئی توقع رکھتا کہ وہ خود نوٹس لے کر ایسے جرائم کے انسداد کیلئے حکمرانوں کو پابند کریں گے' عبث ہے۔ آپ دیکھ لیں عدلیہ نے پتنگ بازی پر پابندی لگائی ہے مگر پتنگ اور ڈور سازی بھی ہو رہی ہے اور پتنگ بازی بھی فروری کا انتظار کئے بغیر ابھی سے شروع ہو گئی ہے۔ شادی کھانوں پر عدلیہ کی طرف سے پابندی موجود ہے مگر عین چوراہوں میں راستے روک کر عدلیہ کا منہ چڑانے کی روایت عام ہے' مگر نہ عدلیہ کی ہتک عزت ہوتی ہے اور نہ ہی اپنے فیصلوں پر عملدرآمد کی فکر۔ تو کیا پھر یہی بہتر نہیں کہ ہم سب اپنی اپنی اصلاح کر لیں' اپنے عقائد واعمال کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق کر لیں تا کہ ہمارا ایمان بھی بچ جائے اور دنیا بھی برباد نہ ہو۔ ''حل تو صرف یہی ہے۔''